دیارِ غیر میں پاکستان کا مینار نور

تحریر: سہیل احمد لون

ریکارڈز بنتے ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں مگر کچھ ریکارڈز ایسے اعزازات ہوتے ہیں جن کو تاحیات کوئی چھین نہیں سکتا۔ چاند پر آج تک بہت سے لوگ جا چکے ہیں۔ چاند پر پہلا قدم رکھنے کا اعزاز نیل آرم سٹرانگ کی قسمت میں آیا جس سے ان کو کوئی محروم نہیں کر سکتا۔ برٹش پاکستانی ڈاکٹر عامر علی ماجد کے پاس بھی اللہ تعالی کے فضل سے ایسا اعزاز ہے جسے کوئی ان کو محروم نہیں کر سکتا، وہ دنیا میں پہلے نابینا شخص ہیں جنہوں نے سول لاء میں ڈاکٹریٹ اور بیرسٹر بننے کا سنگ میل عبور کیا۔ تاریخ میں اچھے الفاظ سے سدا زندہ رہنے کا بہترین طریق ہی ایسا عمل ہے جس پر انسانیت فخر کر سکے۔ جس کی مثال دی جا سکے۔ وطن عزیز پاکستان کے پاس بھی ایسے اعزازات ہیں جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی ممالک میں پہلا ایٹمی ملک، اسلامی ممالک میں نوبل انعام یافتہ سائنسدان، مائکروسافٹ اور O لیول کا عالمی ریکارڈ بھی پاکستان کے حصے میں آتا ہے۔ دہشت گردی کی صورت حال میں کھیلوں کے شعبے میں بری طرح متاثر ہوئے ہیں اس کے باوجود اس وقت بھی سکواش اور ہاکی میں عالمی چیمپئن بننے کا عالمی ریکارڈ بھی پاکستان کے پاس ہے۔ ایک منٹ سے کم عرصے میں اپنے سے بہتر ٹیکنالوجی کے حامل 5 لڑاکا طیاروں کو مار گرانے کا ناقابل یقین ریکارڈ بھی وطن عزیز کے پاس ہے۔ موجودہ دور میں ملکی حالات جس جگہ پہنچ چکے ہیں وہاں مایوسی اور ناامیدی جنم لینا شروع کر دیتی ہے۔ مایوسی اور ناامیدی پھیلانے میں سب سے اہم کردار ہمارے آزاد میڈیا کا ہے۔ جن کے پاس شاید بتانے یا دکھانے کو ایسی کوئی خبر پاکستان یا پاکستانیوں سے نہیں ملتی تبھی تو وہ اچھی خبر صرف دیگر ممالک کی ہی دکھاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ وطن عزیز میں اس وقت بہت کچھ برا ہو رہا ہے مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ صرف منفی چیزیں ہی پاکستان کا مقدر بن گئیں ہیں اور کوئی مثبت چیز ایسی ہیں جسے دیکھ کر اچھے وقت کی امید کی جا سکے۔ گزشتہ ہفتے میری ایک ایسے شخص سے بڑی تفصیلی ملاقات ہوئی جس پر یقیناً ملک و قوم فخر کر سکتی ہے۔ اس شخص سے مل کر سب سے پہلے اس عہد کی تجدید کی کہ آئندہ کبھی مایوس اور ناامید نہیں ہوں گا، کبھی ہمت نہیں ہاروں گا، محنت لگن اور دعاؤں کے چپو چلا کر کامیابی کے ساحل تک رسائی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر عامر علی ماجد نے پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا اور اس کے بعد بی آنرز، ایل ایل ایم (لندن)، ڈپلومہ ان ایئر سپیس لاء (لندن انسٹیٹیوٹ آف ورلڈ افیئرز)، ڈاکٹر آف سول لاء (Mcgill) بیرسٹر، قانون کی کتاب کے مصنف، ممبر آف ہائیر ایجوکیشن اکیڈیمی، ہیومن رائیٹس اینڈ ڈس ایبیلٹی لاء کے پروفیسر، ٹیلر ہاؤس لندن میں امیگریشن جج ہونے کے علاوہ Gofund کے صدر بھی ہیں۔ آپ کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں کئی بین الاقوامی ایوارڈز سے بھی نوازہ جا چکا ہے جن میں پاکسان کا اعلی سول ایوارڈ ستارہ امتیاز بھی شامل ہے۔۔ آپ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں سیکنڈ ائیر کے طالب علم تھے جب آپ اچانک بصارت سے محروم ہو گئے۔ مگر آپ نے بصیرت کے چراغ ہمیشہ کے لیے روشن کر لیے۔ انہوں نے ہمت اور حوصلے کی مشعل آنکھوں کی بجائے دل میں جلا کر دنیا کی دوڑ میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ پڑھنے لکھنے کے لیے آنکھوں سے زیادہ جنون کی حد تک لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے ہر امتحان میں

امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ یہ بھی ہمارے لیے اعزاز کی بات ہے کہ علم کی اس دوڑ میں انہوں نے برطانیہ کے بینا گوروں کو بھی مات دی۔ فنی میدان میں بھی وہ ساٹھ برس سے زائد عمر کے ہونے کے باوجود کام کام اور بس کام کر رہے ہیں۔ جس میں صرف پیشہ وارانہ مہارت ہی نہیں دکھا رہے بلکہ انسانیت خصوصاً پاکستان میں نابینا لوگوں کے لیے ہسپتال بنانے کا سپنا آنکھوں میں سجائے بڑی دیانتداری سے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے ایک چیریٹی Gofund کے نام سے بنائی ہے جس میں لارڈ نذیر احمد بھی ان کی معاونت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو جب بینائی سے محروم ہونا پڑا تو انہوں نے پاکستان میں بی۔اے کرنے کے دوران جو مشکلات برداشت کیں ان میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ اس وقت وطن عزیز میں نابینا لوگوں کے لیے کوئی باقاعدہ لائبریری نہیں تھی۔ اس وقت اسلام آباد میں نابینا افراد کے واحد لائبریری ہے جس کے قیام کے لیے بھی ڈاکٹر صاحب نے بھرپور تعاون کیا۔ اپنے اثر ورسوخ سے انہوں نے 4200 ٹاکنگ بکس (talking books) برطانیہ سے پاکستان بھیجیں۔ گزشتہ چند برسوں سے وہ گوجرہ، فیصل آباد میں آنکھوں کا ہسپتال بنانے کے لیے سرگرم ہیں۔ ان کا پروجیکٹ تین حصوں پر مشتمل ہے جس میں آنکھوں کا علاج، سٹاف کی ٹریننگ اور کورسز کے لیے ایک ٹریننگ سینٹر اور عطیہ دینے کے لیے آئی بینک شامل ہے۔ ان کا پروجیکٹ کی لاگت کا تخمینہ 3.042£ ملین ہے۔ اپنی چیریٹی کے ذریعے اب تک وہ 2 لاکھ پاؤنڈ سے زائد جمع کر چکے ہیں۔ اس وقت وہ 16 ایکٹرز مین خرید چکے ہیں جس پر تعمیراتی کام جاری ہے۔ وہ برطانیہ میں مقیم پاکستانی کمیونٹی اور پاکستان میں بسنے والے عام شہریوں سے بہت پر امید ہیں مگر پاکستان کے حکومتی اہل کاروں سے بہت مایوس ہیں۔ سابقہ صدر پرویز مشرف، سے لیکر موجودہ حکومت کے گورنر پنجاب جناب محمد سرور تک سب نے ان سے بہت زبانی وعدے کیے ہیں مگر عملی طور پر نتیجہ ویسا ہی نکلا جیسا کسی بم دھماکے کے بعد لواحقین، کسی سنوکر چیمپئن محمد آصف کے ساتھ کیا گیا یعنی صرف امداد یا انعام کا اعلان تو ہو جاتا ہے مگر اس پر عمل نہیں۔ گزشتہ دنوں ڈاکٹر صاحب گورنر پنجاب سے ملاقات کر کے آئے ہیں جس میں انہوں نے صرف یہ التجاء کی ہے کہ ان کے ہسپتال کی رجسٹریشن کا پراسس جو گزشتہ چار برس سے اٹکا ہوا ہے مکمل کروا دیں۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو برطانوی حکومت ہسپتال کے اخراجات اٹھانے کو تیار ہے۔ جبکہ ہماری حکومت یہ چاہتی ہے کہ ہسپتال بن جائے اس کے بعد اس کو چلانے کے لیے ان کے حوالے کر دیا جائے۔ مگر یہ تبھی ممکن ہے جب تمام لوگ ڈاکٹر عامر علی ماجد کے نیک مشن میں اپنا بھرپور حصہ ڈالیں دے۔

ڈاکٹر صاحب نے برطانیہ سے 5 ایسی مشینیں حاصل کیں جو جزوی طور پر نابینا افراد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی مشینیں پاکستان میں دستیاب نہیں مگر بدقسمتی دیکھیں کہ وہ مشینیں اس وقت ہیتھرو ائیر پورٹ لندن کے قریب ساؤتھ ہال میں ایک گیراج میں پڑی ہیں جس کی فری ٹرانسپورٹیشن کا ذمہ لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن واجد شمس الحسن نے لیا تھا مگر وہ وعدہ بھی سرکاری نکلا۔ ڈاکٹر صاحب نے علمی اور عملی دنیا میں بہت کچھ ایسا کیا ہے جسے دیکھ کر عام انسان کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ان کی کامیابی کا راز انکی خودداری ہے۔ برطانیہ میں جہاں ہٹے کٹے نوجوان سوشل لیکر عیاشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، وہاں ڈاکٹر صاحب امیگریشن جج کے طور پر کام کر کے ٹیکس ادا کرنا بھی خودداری کی ایک علامت ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد خودداری کو اپنا شیوا بنا لے تو ہم خودانحصاری کی بنیاد پر بہت جلد دنیا

میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔انہوں نے آج تک کسی سے سوال نہیں کیا مگر انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے وہ پرزور اپیل کرتے ہیں کہ ان کے نیک مشن میں حصہ ڈال کر ہسپتال بنانے کا خواب پورے کرنے میں ان کی مدد کی جائے ۔جس کی آنکھوں میں اندھیرا ہے مگر دوسروں کی اچھائی کا راستہ دکھانے کے لیے اپنی پوری قوت لگا رہا ہے ۔میڈیا پر ہم ہالی ووڈ، بالی ووڈ کی خبریں تو بہت ملتی ہیں کیا ڈاکٹر صاحب جیسے تاریخ ساز انسان کو اتنی کوریج نہیں دی جانی چاہیے کہ کم از کم وطن عزیز میں لوگوں کو یہ پتہ چل سکے کہ ہمارے پاس ایسا گوہر نایاب ہے جن پر ملک وقوم ہی نہیں دنیا کے دیگر نابینا افراد کا بھی کچھ کرنے کا جذبہ بیدار کیا جا سکتا ہے۔
انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں میڈیا سب سے بہتر ہتھیار ہے مگر اس کو کیسے استعمال کرنا ہے یہ سب سے اہم بات ہے ۔کیا میڈیا ڈاکٹر صاحب کا پیغام عوام الناس تک پہنچانے میں ان کی مدد کر سکتا ہے؟ کیا اشرافیہ اور حکومتی ادارے ان سے کیے گئے وعدے وفا کر کے ان کا شکوہ دور کر سکتے ہیں؟ یا پھر جس طرح پاکستانی قوم کو نابینا بن کر اُن پر حکومت کی جا رہی ہے ڈاکٹر عامر علی ماجد کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا _____!

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے
sohailloun@gmail.com
07-05-2014.